رسائل و مسائل

صفاتِ باری تعالیٰ

لکھنؤ سے ایک صاحب لکھتے ہیں:۔

"میں ان لوگوں میں زندگی کے بہترین اوقات صرف کر رہا ہوں جو منکر مذہب ہیں اور تنہا وہی گمراہ نہیں ہیں بلکہ ہزاروں کو وہ گمراہ کرتے رہتے ہیں۔ میں ان میں رہتا ہوں اور اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ ان تمام تر گمراہیوں کا منشا صرف دین سے ناواقفیت ہے اور بس۔

فضا اور ماحول کو دیکھتے ہوئے میرا دل بہترین توقعات سے لبریز ہے۔ میں کچھ کام کر چکا ہوں، کچھ کر رہا ہوں اور آئندہ بھی مجھے کچھ کرنا ہے۔ اس سلسلہ کی ایک کڑی یہ بھی ہے کہ میں آپ کو اپنی امداد کے لئے تکلیف دینی چاہتا ہوں، اس لئے کہ مجھے جو کام لینا ہے، آپ کے سوا اس کا کوئی دوسرا اہل نظر نہیں آتا۔

خدا کے وجود کا ہر شخص کو اعتراف ہے خواہ وہ کوئی مذہبی انسان ہو یا دہریہ، کوئی فاطر کہتا ہے اور کوئی فطرت۔ صرف الفاظ کے گورکھ دھندے ہیں، مفہوم سب کا واحد ہے لیکن مسلمان خدا کو "نانوے" صفات کے تسلیم کرتے ہیں۔

مجھے "وجود خدا بایں ہمہ صفات" کے دلائل درکار ہیں۔ ایک دلیل ہو یا چند دلائل ایسے ٹھوس اور مضبوط ہوں کہ اسے "جدید روشنی" خیرہ نہ کرسکے، مختصر ہوں اور جامع ——— بس۔"

ترجمان القرآن۔ باری تعالیٰ کے ۹۹ اسمار تو وہ ہیں جو ہمیں بتائے گئے ہیں۔ ان کے علاوہ

بے حد وحساب اسمارِ حسنیٰ اور بھی ہیں جن کا ہمیں علم نہیں۔ حدیث میں آیا ہے اسئلک بکل اسم ھو لک وسمیت بہ نفسک او انزلتہ فی کتابک او استأثرت بہ فی علم الغیب عندک[ا۵] پس ۹۹ کی تخصیص درست نہیں۔

محض وجود باری کا اقرار صحت ایمان کے لئے کافی نہیں ہے۔ کم از کم ان صفات کا علم وادراک ضروری ہے جن کی تصریح قرآن میں ہے۔ مثلاً رب العلمین، رحمٰن، رحیم، سمیع، بصیر، خبیر، فعال لما یرید، دیّان منتقم وغیرہ۔ اس لئے کہ صحتِ ایمان اور صحت عمل کا تمام تر انحصار اس امر پر ہے کہ خدا اور کائنات، اور خدا اور انسان کے تعلق کی حقیقی نوعیت ہمیں معلوم ہو، اور یہ اسمار صفات اسی نوعیت کو واضح کرتے ہیں۔ جو شخص مثلاً وجود باری کا مقر ہے مگر یہ سمجھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کائنات کو پیدا کر کے فارغ ہو بیٹھا ہے (نعوذ باللہ) اور اب اس کائنات کا نظم ونسق خود بخود بالاستقلال (INDEPENDENTLY) چل رہا ہے، اور اس کے انتظام سے بالفعل خدا کا فرمانروایانہ تعلق نہیں ہے، اس کا خدا کو ماننا بے معنی ہے۔ وہ گویا خدا کو اس طرح مانتا ہے جس طرح ایک موٹر خریدنے والا اس بات کو مانتا ہے کہ اس کا میکر فورڈ یا آسٹن ہے۔ ظاہر ہے کہ اس ماننے سے موٹر کے ساتھ اس کا معاملہ اور برتاؤ معین یا کسی طور پر بھی متاثر نہیں ہوتا۔ اسی طرح محض یہ ماننے سے کہ کائنات کا اور خود انسان کا میکر خدا ہے، کائنات کے ساتھ اور خود اپنے وجود کے ساتھ انسان کے معاملہ کی نوعیت بھی معین نہیں ہوتی، نہ کسی طور پر متاثر ہوتی ہے۔ اسلام کا مقصود تو صرف اسی وقت حاصل ہو سکتا ہے جب انسان اپنے ساتھ اور سارے عالم کے ساتھ باری تعالیٰ کے تعلق کی نوعیت کو اچھی طرح سمجھ لے۔ اسے معلوم ہونا چاہئے کہ باری تعالیٰ قیوم ہے، فعال لما یرید ہے، رب ہے، علیم وخبیر ہے، قاہر فوق عبادہ ہے، ظالم نہیں ہے بلکہ رحمٰن ورحیم ہے، حکیم ہے (یعنی اس کا

[ا۵] خدایا میں تجھ سے دعا کرتا ہوں ہر اس نام کے ساتھ جو تیرا ہے، جس سے تو نے اپنے آپ کو موسوم کیا ہے، یا جسے اپنی کتاب میں بیان فرمایا ہے، یا جو تیرے علم غیب میں ہے اور بندوں کو تو نے اس کی خبر نہیں دی ہے۔

کوئی فعل عبث نہیں ہو سکتا) یوم الدین کا مالک ہے (یعنی اس کی عدالت میں ہم سب کو ایک روز حاضر ہونا اور اپنی دنیوی زندگی کا پورا حساب پیش کرنا ہے)، وغیر ذالک۔ یہ علم دنیا کی زندگی میں ہمارے طرزِ عمل کو کسی اور صورت سے معین کرے گا، اور اگر ہم اس علم سے خالی ہوں، یا اس علم میں نقص ہو تو ہمارا طرزِ عمل لازمی طور پر کوئی دوسری ہی صورت اختیار کرلے گا۔ مثلاً جو شخص نہیں جانتا کہ اس ملک کا کوئی بادشاہ ہے اس کا طرزِ عمل اس شخص سے مختلف ہوگا جو جانتا ہے کہ یہ ملک کسی بادشاہ کا ہے۔ اور جو شخص جانتا ہے کہ بادشاہ ہے مگر یہ سمجھتا ہے کہ وہ بے اختیار ہے، بالفعل حکمراں نہیں ہے، اپنے محل میں پڑا سوتا رہتا ہے، اور حقیقی حکمرانی کے اختیارات کچھ دوسرے لوگوں کو حاصل ہیں یا رعایا فرداً فرداً مختار ہے، اس کا طرزِ عمل اس شخص سے مختلف ہوگا جسے معلوم ہے کہ بادشاہ بالفعل حاکم ہے اور قادرِ مطلق ہے اور کوئی اس کی حکومت میں دخیل نہیں۔ اسی طرح جو شخص یہ سمجھتا ہے کہ بادشاہ کے ہاں جانب داری (FAVOURITISIM) کا دور دورہ ہے اس کا طرزِ عمل کچھ اور ہوگا، اور جو یہ سمجھتا ہے کہ بادشاہ بے لاگ حکومت کرنے والا ہے، اور کسی کے ساتھ اس کا خصوصی تعلق نہیں ہے اس کا طرزِ عمل کچھ اور ہوگا۔ وقس علیٰ ہذا۔

اب یہ سوال رہ جاتا ہے کہ باری تعالیٰ کی جو صفات ہم مانتے ہیں ان کے لئے دلیل کیا ہے۔ میں عرض کرتا ہوں کہ اس کی دلیل اتنی روشن ہے کہ آنکھ کھولتے ہی نظر آسکتی ہے بشرطیکہ بینائی ہو اور بینائی کا رشتہ مرکزِ فہم و ادراک سے ٹوٹ نہ گیا ہو۔

آپکے سامنے ایک کرسی رکھی ہے۔ اس کا بنانے والا آپ کے سامنے نہیں ہے مگر آپ محض کرسی کو دیکھ کر اس نتیجہ پر پہنچ سکتے ہیں کہ اس کو بنانے والے میں حیات، قدرت، ارادہ، بصارت، حس، شعور، حکمت وغیرہ ضرور موجود ہوں گی ورنہ وہ اس کرسی کو نہیں بنا سکتا تھا۔ اس کے معنی یہ ہوئے کہ صانع کی صفات کو جاننے کے لئے اس کی صنعت کو دیکھنا اور غور کرنا کافی ہے۔ اب یہ عظیم الشان کارخانہ جس کا نام کائنات ہے

آپ کے سامنے کھلا ہوا ہے اور ہر آن نت نئی شان سے چل رہا ہے۔ اس کو دیکھئے اور اس میں تفکر کیجئے، آپ کا دل خود ہی گواہی دے گا کہ اس کے صانع میں فلاں اور فلاں صفات کا ہونا ضروری ہے۔ بعض صفات بالکل صریح طور پر اول نظر میں معلوم ہو جاتی ہیں، مثلاً ربوبیت، حکمت، علم، قدرت وغیرہ بعض صفات تھوڑے یا بہت تامل سے سمجھ میں آتی ہیں، مثلاً رحمانیت۔ اور بعض صفات ایسی ہیں جن کے متعلق مشاہدہ اور تفکر کے بعد بھی علم یقین حاصل نہیں ہوتا۔ اس علم یقین کے حصول کا ذریعہ نبی صادق کی خبر کے سوا کوئی نہیں۔ مثلاً باری تعالیٰ کا دیّان (جزا دینے والا) ہونا، کہ جب تک نبی صادق اس کی خبر نہ دے، بڑے سے بڑا صحیح الفکر آدمی بھی اس کے متعلق حتمی طور پر کچھ نہیں کہہ سکتا۔ آثار کا مشاہدہ اور تفکر فی خلق السموات والارض زیادہ سے زیادہ اسے امکان دینونت تک، یا حد سے حد رجحان دینونت تک لے جا کر چھوڑ دیتا ہے۔ وہ آفاق و انفس میں خدا کی کاریگری کے نشانات دیکھ کر اس حد تک تو کہہ سکے گا کہ ایسی حکمت کے ساتھ جس نے ہمیں بنایا ہے اس کا فعل عبث تو نہیں ہو سکتا۔ ممکن ہے کہ اس زندگی کے ختم ہونے پر وہ ہمارے کارنامۂ حیات کا حساب لے اور جزا و سزا دے، اور اغلب ہے کہ ایسا ہو۔ لیکن اس اعتقاد کا جزم و یقین، اور حساب و کتاب کی کیفیت کا صحیح علم مجرد تفکر سے حاصل نہیں ہو سکتا۔ اس کے لئے نبی کی ہدایت ناگزیر ہے۔